75613 ـ وكالت كا پیشہ اختیار كرنا

سوال

میری آپ سے گزارش ہے كہ میں آپ كے سامنے ایك بڑا معاملہ پیش كر رہا ہوں اس كے متعلق فتوی جاری كریں، میرے سوال جیسے سوال كا جواب تو ہے لیكن میں مزید كئی امور كی وضاحت چاہتا ہوں، اس لیے آپ اس بنا پر جواب دینا ترك نہ كریں.

میں كئی برس قبل حقوق كالج سے فارغ ہوا ہوں اور اب ایك وكیل كی حیثیت سے كام كر رہا ہوں، كالج میں داخلہ لیتے وقت میں دینی معاملات میں كوئی بصیرت نہیں ركھتا تھا، پھر كالج سے فارغ ہونے كے بعد مجھے اللہ كے دین كے علاوہ كوئی اور قانون نافذ كرنے كے گناہ كا علم ہوا تو میں نے دیكھا كہ میرے ملك میں تو اكثر قوانین اللہ كی شریعت كے مخالف ہیں، اور اس كی حدود سے تجاوز كرتے ہیں.

میرا سوال یہ ہے كہ كیا اس حالت میں میرا وكیل كے پیشہ كو اختیار كیے ركھنا جائز ہے كیونكہ اس میں اللہ كی شریعت كے علاوہ كسی اور كے سامنے مقدمہ پیش كیا جاتا ہے ؟

اور كیا وكالت كا پیشہ اختیار كرنے سے شریعت كے مخالف اور ظالم قوانین كا گناہ مجھے بھی ہو گا ؟

لیكن میں آپ سے اپنے معاملہ میں فتوی لینے سے قبل آپ كے سامنے كچھ امور ـ چاہے وہ صحیح ہوں یا غلط ـ پیش كرنا چاہتا ہوں، تا كہ آپ كو معلوم ہو سكے میں میرے اندر كي سوچ كیا ہے تا كہ آپ ـ اللہ كے حكم سے ـ میری صحیح راہنمائی كر سكیں، میں شریعت كے مخالف قانون سے كبھی راضی نہیں، چاہے اس كے پیچھے كتنی بھی امتیازی حیثیت حاصل ہو، اور وكالت كا پیشہ اختیار كرتے وقت میں حسب استطاعت اللہ تعالی كی شریعت كے مخالف قوانین سے دور رہتا ہوں، اور اگر مجھے كوئی ایسا مقدمہ ملے جس میں مجھے شریعت كے مخالف كوئی قانون استعمال كرنا پڑے تو میں اسے قبول ہی نہیں كرتا چاہے مجھے اس كا معاوضہ كتنا بھی زیادہ مل رہا ہو.

اگر میں یہ ظالمانہ قوانین حق كے حصول كے لیے استعمال كروں نہ كہ باطل كے حصول كے لیے تو كیا میں نے غیر شرعی قوانین كے مطابق فیصلہ كروا رہا ہوں ؟

مثلا اگر میں نے ٹیكس اور جرمانوں اور سزا كے متعلق خاص قوانین كا سہارا لیا ـ جو كہ غالبا حدود اللہ كے احكام كے مخالف ہیں ـ تا كہ میں كسی كا سلب كردہ مال واپس دلوا سكوں، یا جس پر یہ قوانین لاگو كر كے اس كا مال سلب كرنے كا ارادہ ہو تو كیا پھر بھی گناہ ہو گا ؟

میں نے جو امور آپ كے سامنے بیان كیے ہیں جو میرے دل میں جوش مار رہے ہیں ان كے بعد بھی وكالت كا پیشہ اختیار كرنا اور شریعت كے مخالف امور سے دور رہنا بھی اللہ تعالی كی شریعت كے علاوہ كسی اور كے سامنے اپنے مقدمات پیش كرنا كہلائےگا، صرف حقوق كے حصول كے لیے ہی وضعی قوانین كا سہارا لینا بھی صحیح نہیں ؟

اور كیا قانونی كتب پڑھنا اور اس پر مال خرچ كرنا وقت اور مال كا ضیاع شمار ہوتا ہے ؟

اور كیا صرف یہ پڑھائی ـ اگر فرض كریں كہ میں اس پیشہ كو نہ اپناؤں ـ اپنے ملك میں نافذ كردہ قوانین اور نظام كو

معلوم كرنے كے ليے ہو ـ چاہے وہ شريعت كے مخالف ہو يا موافق تو كيا پھر بھى حرام ہو گى ؟
كيا اس سب كچھ كے بعد ميں وكالت كا پيشہ بغير كسى افسوس كے ترك كردوں، اور اپنى اكثر كتابيں جلا دوں، يا كہ اسے ايك جانبى چيز سمجھ كر لوں ـ اور اساسى اور بنيادى روزى كسى اور طريقہ سے كماؤں ـ اور اس سے شريعت كے غير مخالف قوانين ميں اپنى اور دوسرے لوگوں كى ضروريات پورى كروں، اور اپنے حقوق حاصل كريں، اپنے اوپر لاگو قوانين كو معلوم كريں تا كہ ہميں كوئى تكليف نہ ہو، يا پھر شرعى طور پر معتبر مصالح ميں سے كوئى حقوق ہم سے نہ چھن سكيں ؟

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

اللہ تعالى سے ہمارى دعا ہے كہ وہ آپ كى تكليف اور مصيبت ختم كرے اور آپ كو غم سے نجات دلائے اور آپ كو زيادہ اجر دے، آپ وكالت كا پيشہ اختيار كرنے كے متعلق جو كچھ پوچھ رہے ہيں اس كا بيان سوال نمبر (9496) كے جواب ميں گزر چكا ہے.

وكالت كا پيشہ فى ذاتہ حرام نہيں؛ كيونكہ اس پيشہ ميں اللہ تعالى كى نازل كردہ كے علاوہ كى تنفيذ نہيں، بلكہ يہ تو مقدمہ ميں وكالت اور نيابت ہے، جو كہ جائز وكالت ميں شامل ہوتى ہے، ليكن وكيل كو چاہيے كہ وہ مقدمہ لڑنے سے قبل اس معاملہ كو اچھى طرح ديكھ لے كہ آيا وہ صحيح بھى ہے يا نہيں، اور اگر وہ دعوى سچا ہو اور اس كا حق مسلوب ہوا ہو اور اس پر واقعتا ظلم ہوا ہو تو پھر آپ كے اس كى جانب سے مقدمہ لڑنا اور اسے اس كا حق دلانا، اور اس سے ظلم كا خاتمہ كرناجائز ہے، اور يہ نيكى و بھلائى ميں تعاون ميں شامل ہو گا.

ليكن اگر وہ مقدمہ اور معاملہ ايسا ہے جس ميں كسى دوسرے كا حق سلب كيا جارہا ہو اور ان پر زيادتى ہوتى ہو تو پھر آپ كے ليے وہ مقدمہ لڑنا جائز نہيں، اور نہ ہى اس مقدمہ كى وكالت قبول كرنى جائز ہے؛ كيونكہ يہ ظلم و زيادتى اور گناہ و معصيت ميں تعاون شمار ہوتا ہے.

اللہ سبحانہ وتعالى نے گناہ و معصيت معاونت كرنے والے كو گناہ و سزا كى وعيد سناتے ہوئے فرمايا ہے:

اور تم نيكى و بھلائى كے كاموں ميں ايك دوسرے كا تعاون كرتے رہو اور گناہ و معصيت اور ظلم و زيادتى ميں ايك دوسرے كا تعاون نہ كرو، اور اللہ تعالى كا تقوى اختيار كرو، يقينا اللہ تعالى سخت سزا دينے والا ہے المآئدة (2).

آپ كے مزيد اطمنان كے ليے ہم اس مسئلہ ميں كچھ اہل علم كے فتاوى جات نقل كرتے ہيں:

1 ۔ شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا:

وکالت کا پیشہ اختیار کرنے میں شریعت اسلامیہ کا حکم کیا ہے ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" وکالت کا پیشہ اختیار کرنے میں مجھے تو کوئی حرج معلوم نہیں؛ کیونکہ یہ دعوی میں وکالت اور اس کا جواب ہے، جبکہ وکیل حق کا متلاشی ہو، اور سب وکلاء کی طرح عمدا جھوٹ نہ بولے "

دیکھیں: فتاوی اسلامیۃ (3 / 505).

2 ۔ شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے دریافت کیا گیا:

وکالت کے پیشہ کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے، میں عدالت میں ان تجارتی مقدموں کی پیروی کرتا ہوں جن میں سود کا شبہ ہوتا ہے ؟

شیخ کا جواب تھا:

" بلا شک کسی دوسرے کی جانب سے مقدمہ میں نیابت کرنے میں کوئی حرج والی بات نہیں، لیکن مقدمہ کی نوعیت کو دیکھا جائیگا:

1 ۔ اگر تو وہ حق ہو اور نائب تو صرف اپنے پاس پائے جانے والے حقائق پیش کرے جس میں کوئی جھوٹ اور جعل سازی اور حیلہ بازی نہ ہو، اور وہ صاحب مقدمہ کی نیابت کر رہا ہو تا کہ اس کے دعوی کے دلائل پیش کر سکے، یا ان کے ساتھ اس کا دفاع کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں.

2 ۔ لیکن اگر وہ معاملہ اور مقدمہ باطل ہو، یا پھر نائب اور وکیل کسی باطل چیز کے لیے لڑ رہا ہو تو یہ جائز نہیں.

اللہ سبحانہ وتعالی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں:

اور آپ خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنیں النساء (105).

اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اگر مقدمہ اور معاملہ حق ہو اور اس میں کسی بھی قسم کا جھوٹ اور فراڈ استعمال نہ کیا گیا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، خاص کر جب معاملہ والا کمزور ہو اور اپنا دفاع نہ کر سکتا ہو، یا اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیے دعوی نہ کر سکتا ہو، تو کسی اور شخص کا نائب بننا جو اس سے طاقتور ہو شرعا جائز ہے.

اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

تو اگر وہ جس پر حق ہے وہ بے وقوف ہو یا کمزور ہو یا وہ لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل و انصاف کے ساتھ لکھوائے .

تو کسی کمزور اور ضعیف شخص کا حق دلوانے کے لیے، یا پھر اس سے ظلم کو روکنے کے لیے اس کا نائب بننا ایك اچھی چیز ہے، لیکن اگر معاملہ اس کے خلاف ہو یعنی اس مقدمہ میں کسی باطل کی معاونت ہوتی ہو، یا پھر ظلم کا دفاع کیا جائے، یا کھوٹی اور جعلی دلائل پیش کیے جائیں اور وکیل یا نائب جانتا ہو کہ یہ مقدمہ اصل میں باطل ہے، اور کسی حرام کام مثلا سود وغیرہ میں نیابت کرنی جائز نہیں.

اس لیے کسی بھی مسلمان شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی باطل میں نائب یا وکیل بنے، اور نہ ہی سودی معاملات میں وکالت کرنی چاہیے کیونکہ یہ سود کھانے میں معاونت ہے، اور لعنت میں شامل ہوتی ہے.

دیکھیں: المنتقى من فتاوى الفوزان (3 / 288).

دوم:

اور یہ کہ آپ ایسے ملك میں رہتے ہیں جہاں اللہ تعالی کی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے، اور بشری قوانین کا نفاذ ہے، اس کا معنی یہ نہیں کہ وکالت کا پیشہ حرام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وکالت کا پیشہ اس لیے اختیار کیا جائے کہ حق کا حصول کیا جائے، اور لوگوں سےظلم روکا جائے، کیونکہ مظلوم شخص اپنا حق حاصل کرنے کے لیے ان بشری قوانین کے مطابق فیصلہ کروانے پر مجبور ہے، وگرنہ لوگ ایك دوسرے کو کھا جائیں، اور معاشرہ میں بدنظمی پیدا ہو جائے.

لیکن اگر قانون نے اس کے حق میں اس کے حق سے زیادہ فیصلہ دیا تو پھر اس کے لیے زیادہ لینا حرام ہے، بلکہ وہ صرف اپنا حق لے سکتا ہے، اور اپنا حق لینے اور ظلم روکنے کے لیے ان قوانین کا سہارا لینے میں مظلوم کو کوئی گناہ نہیں، اور نہ ہی وکیل پر کوئی گناہ ہے جو مقدمہ میں اس کی طرف سے نیابت کر رہا ہے تا کہ ان قوانین کے مطابق فیصلہ کیا جائے، بلکہ گناہ تو اس پر ہے جس نے اللہ کی شریعت کے بدلے ان قوانین کو لاگو کیا اور لوگوں پر اسے لازم کیا اور اس کے مطابق فیصلہ کروانے کا کہا ہے.

ابن قیم رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب " الطرق المکمیۃ " کے صفحہ نمبر (185) میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے.

اس لیے ہم آپ کو یہ پیشہ ترك کرنے کی نصیحت نہیں کرتے، بلکہ ہم آپ کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ یہ کام جاری رکھیں، اور ہمیشہ اپنا معیار بلند کرنے کے لیے کتابوں کا مطالعہ کریں، اور بڑے بڑے وکیلوں سے بھی تعلیم

حاصل کریں، کیونکہ لوگ ایك امانتدار اور مخلص وکیل کے محتاج ہیں جو ان کے مقدمات لڑے اور انہیں ظلم سے بچائے اور ان کے حقوق ان کو واپس دلائے.

لیکن آپ کا ہمیشہ مقصد یہ ہو کہ مظلوم کی مدد و نصرت اور معاونت کرنی ہے، اور اسے اس کا حق دلانا ہے، آپ کو خوشی ہونی چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" جو شخص کسی مظلوم شخص کے ساتھ چلا حتی کہ اس کا حق اسے مل جائے تو اللہ تعالی اس کے قدم پل صراط پر ثابت رکھے گا جس روز قدم ڈگمگا جائینگے "

اسے ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب میں حسن قرار دیا ہے.

واللہ اعلم .